عبدالرحمٰن چغتائی

ثقافتی قدریں

اسلام میں فنون کا درجہ مذہبی تقدس کا نہ تھا، پرستش نہ تھی - اس کا ارتقا رنگوں اور خطوں تک ہی محدود نہ تھا - اس کے سامنے حصولِ مقصد کے لیے غیر محدود وسعتیں تھیں - اسے حیاتِ انسانی کی عالمگیر خدمت انجام دینا تھا، جو بنیادی طور پر اسے ودیعت کی گئی تھی - قبل اسلام خصوصیت سے حضرت مسیح علیہ السلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے درمیان کا زمانہ ایسا تھا - جب کہ اخلاقی طور پر دنیا کی ہر قوم انحطاط کا شکار ہو چکی تھی - دنیا محض خدا کی یاد سے ہی بیگانہ نہ تھی بلکہ اس کے اندر فن، آرٹ اور شعریت کچھ بھی نہ تھا - اور جو کچھ نظر آتا تھا حقیقت میں جنسی لذتوں اور جذبات کو برانگیختہ کرنے کا ذریعہ بن چکا تھا اور مذہب کے نام پر یہ کھیل کھلے بند کھیلا جا رہا تھا - اسلام نے ان جذبات اور اس طریقہ کار کو حکماً ممنوع اور حرام قرار دے کر ایسی شاعری اور فنون کو ہمیشہ کے لیے مذہب سے الگ کر دیا - اور یہ حکم اسلام کا پہلا ثقافتی ترکہ ہے جو دنیا کے فنون اور دنیا کی ہر قوم کے لیے ایک عالمگیر نظریہ، ایک نئی ہیئت اور مواد کی حیثیت رکھتا ہے -

اسلام نے مسلمان کو ایک کردار اور اقتدار بخشا تھا - جس سے علامہ اقبالؒ جیسے مبصر اور عالم کو زندگی بھر دلچسپی رہی - وہ اس حکم کی اہمیت سے دنیا بھر کو آگاہ کرتے رہے، اور

فنون کی اُبھرتی ہوئی ضرورتوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ اسلام مشرق و مغرب میں پھیلتا چلا گیا۔ وہ جہاں بھی گیا اس نے ان آثار و نقوش کو لوگوں کے دلوں پر کچھ اس طرح ثبت کر دیا کہ کوئی قوم اور ملک ان کو قبول کیے بغیر نہ رہ سکا۔ دیکھتے دیکھتے حیاتِ انسانی میں تنوع اور ایک شان آگئی اور پھر اس تنوع کے ساتھ کردار کی انفرادی خصوصیات بھی ابھر آئیں۔ اور ہر کس و ناکس کو اپنے آپ کو سمجھنے کی نظر اور صلاحیتیں عطا ہوئیں۔ غلاموں کو آقاؤں کے دوش بدوش کھڑا ہونے کی جرأت نصیب ہوئی۔ مجالس قائم ہونے لگیں، محفلوں میں رونق آگئی۔ گھر گھر علم و فن کا چرچا ہونے لگا اور اسلام عربستان کے صحراؤں سے نکل کر فلسطین، شام، مصر، عراق، فارس، خراسان اور ہند کے ساحلوں تک پہنچ گیا۔

وہ لوگ جنھیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی آسمانوں سے نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ ہماری طرح کے گوشت پوست کے انسان تھے، مگر روحانی طور پر بدل گئے تھے انھوں نے کردار کی خصوصیات سے اپنے عقائد اور یقین کو نئے قالب اور نئی روح میں ڈھال لیا تھا۔ وہ اپنے خالق کی نمائندگی میں زندگی کے ارتقا کا نئے نئے زاویوں سے مطالعہ کرنے لگے تھے جیسے یہ زمین، یہ آسمان، یہ شرق و مغرب ان کے اپنے ہیں۔ اور انھیں قدرت کے سربستہ رازوں کو، ان پُراسرار قوتوں کو سمجھنا اور سمجھانا ہے، جن کے لیے انسان کی سلامتی اور اس کے ارتقا کی ہر منزل چشم براہ ہے۔

اسلام پر ایمان لانے والوں میں بڑے بڑے صناع، سنگ تراش اور فن کار سبھی قسم کے لوگ موجود تھے جو ایک ہی مقصد کے مدِّنظر ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے۔ اب ان کی نگاہیں پہلے سے کہیں زیادہ بلند و روشن اور جذبات تازہ دم اور رذائل پر وانہ تھے۔ ان میں رنگوں اور خطوں کا توازن وراثتاً زندہ تھا۔ بُت پرستی سے نفرت تھی۔ لیکن اندر ہی اندر ایک انقلاب کروٹیں لے رہا تھا۔ ذہانت اور شعور نے نئی نئی نشو و نما حاصل کی تھی۔ معیار اور اخلاقی برتری قابلِ رشک حد تک جا پہنچی تھی۔ کردار میں انفرادیت اُبھر آئی تھی۔ دل اور روح

ہر بوجھ سے آزاد اور شرک سے نفرت کرنے لگے تھے۔ گویا زندگی کے ہر شعبے میں بیداری ہی بیداری تھی۔ کتاب حکمت قرآن پاک کے ارشادات جس سے انھوں نے ہدایت پائی تھی اور فاتحانہ اقتدار حاصل کیا تھا، اس کے احکام پر عمل سے ان کے روئیں روئیں میں بس گئے تھے۔ وہ سختی سے اس پر عمل پیرا ہوگئے۔ آخر مخفی فنی قوتوں اور صلاحیتوں کے اظہار کا وقت آگیا۔ وہ سرگرم عمل ہوگئے، اور اظہار فن کے لئے وہ ایمان کی روشنی اور تقدس کے جذبے سے سرشار ہو کر کلام الٰہی کو منقش اور زرفشاں کرنے لگے۔ چنانچہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے انھوں نے ایک نئی طرزِ نگارش کی بنیاد ڈالی، جو دنیا بھر کے فنون میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے آج بھی نئی اور اپنی انفرادیت کے باعث ہنوز زندہ و تابندہ ہے۔ یہ طرزِ نگارش منقش لوحیں اور ان میں زرفشانی ساتویں صدی عیسوی ہی سے اسلام میں رواج پا گیا تھا اور ان آرٹسٹوں کے نام بھی ملتے ہیں جنھوں نے اس جدت اور طرزِ نگارش کی ابتدا کی تھی اور وہ اپنے وقت کے استاد مانے جاتے ہیں۔ لوحیں اور نقاشانہ تلمیع (ILLUMINATION) اور اقلیدسی شکلیں دنیا کے فنون میں اسلام کا یہ ایسا بیش قیمت ورثہ ہیں جسے بڑی سے بڑی قوم نہ تو فراموش کر سکتی ہے اور نہ دنیا کے پاس اس کا جواب ہے۔ مسلمانوں کا یہ آرٹ، یہ فنی اوصاف وہ ہیں جس سے دنیا بھر کی کتابیں حسین و جمیل نظر آتی ہیں۔

قرآن پاک کاغذ پر تحریر ہوا تو کاغذ پر زرفشانی کا رواج سب سے پہلے مسلمان مصوروں نے اپنایا۔ مرقعوں اور تصویر دار کتابوں سے تصنیف و تالیف میں ایک ایسا بیش قیمت اضافہ ہوا اور مسلمانوں نے ایک ایسی اَن مول طرح ڈالی کہ عیسائی آرٹسٹوں نے بھی بحیثیت باقاعدہ فن کے اس کی طرف توجہ دی اور مقدس انجیل کو قرآن پاک کی طرح منقش اور زرفشاں کرنا شروع کر دیا۔ اور باوجود ترقی اور پوری توجہ کے تقریباً دو سو سال بعد مقدس انجیل کے جو نسخے تیار ہوئے آج بھی انھیں ایرانی اور ترکی مرقعوں کے سامنے رکھا جائے تو فنی نقطہ نگاہ اور معیارِ فن سے پست نظر آتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسی انفرادیت نظر بھی نہیں آتی جو مسلمانوں کے اس آرٹ پر سبقت حاصل کر سکتی۔

اسلام میں جب فنِ تعمیر نے فروغ حاصل کیا اور اس کی اہمیت کو مسلمانوں نے اپنی ثقافت کا جزو سمجھا تو مساجد کے گنبدوں اور کشادہ صحنوں کے ساتھ اونچے مینار نمودار ہونے لگے، جو بنانے والوں کی آرزوؤں کی طرح بلند آسمانوں میں کمندیں ڈالنا اور فلک کو بوسہ دینا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے ان کا رشتہ خالقِ دو جہان سے جا ملتا ہے۔ آرٹسٹوں نے اور صناعوں نے ان کی دیواروں، چھتوں اور فرشوں پر مختلف اقلیدسی نقوش بنائے۔ خطاطوں نے طغرے اور قرآن کی آیتیں تحریر کیں۔ یہ تحریریں اور اقلیدسی شکلیں قسم قسم کے پھول پتوں سمیت ان کے اظہارِ خیال کا ذریعہ بن گئیں۔ پھر وہی پھول پتے اور خطاطی کے شاہ کار نئی طرزِ نگارش میں ڈھل کر لبادوں، عماموں اور قالینوں پر نظر آنے لگے۔ اسی طرح چینی کے برتنوں پر بنائے گئے جسے آج (DECORATIVE MOOD) جذبۂ تزئین سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دنیا بھر کے فن کا بنیادی پتھر یہی پھول ہے اور اقلیدسی نقوش ہیں۔

اسلام سے قبل کی جن تہذیبوں نے اپنی تمدنی یادگاریں چھوڑی ہیں اور خصوصاً وہ جن کا تعلق فنون سے ہے، ان میں عریانی اور لباس کی کمی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مگر ظہورِ اسلام کے ساتھ دنیا کو جہاں اور برکات حاصل ہوئیں، وہیں یہ نعمت بھی حاصل ہوئی کہ اسلام نے انسان کو ستر ڈھانپنے اور عریانی سے بچنے کی زبردست تلقین کی اور لباس کی اہمیت کا احساس اس شدت سے دلایا کہ ہم آج اسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ حالاں کہ آرٹ کے ایک مبصر نے یونان کی عریانی سے متاثر ہو کر کہا ہے کہ عریانی تہذیب کا سرچشمہ ہے۔ عالم گیر عریانی اور ننگے پن کی روک تھام کے بعد اسلام کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مذہبی طور پر دنیا کو سب سے پہلے حرام اور حلال کا سبق پڑھایا اور اس بات کا احساس دلایا کہ کھانے پینے، چلنے پھرنے، دیکھنے اور سننے پر بھی حرام اور حلال کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسلام نے حرام اور حلال کو یہاں تک اہمیت دی کہ فنی طور پر اس نے انسانی

اخلاق کو سدھارنے کے لیے تصویروں کے بنانے میں بھی حرام اور حلال کی تمیز پیدا کی۔ اس لیے اس عبوری دور میں مسلمانوں نے نہ تو تصویرکشی کی طرف توجہ کی، نہ کوئی ایسی راہ تلاش کی کہ ان کی مصوری مندر اور کلیسا کی نذر ہو جاتی، حالاں کہ اسلام قبول کرنے والوں میں ہر مذہب وملت کے لوگ موجود تھے۔ اور ان میں آرٹسٹ بھی تھے اور صناع بھی تھے۔ لیکن اسلام کی برکات اور فضیلت کی بدولت وہ مستعدی سے اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہوئے اور اس انحطاط سے بچے رہے جس نے بڑی بڑی پرانی تہذیبوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا تھا۔ یہ ایک شاندار ثقافتی انقلاب تھا کہ اسلام کے آنے کے ساتھ ہی دنیا بھر کے مذاہب اپنے معبود اور دیوتاؤں کو ایک نئے زاویۂ نگاہ سے دیکھنے لگے اور اپنے آرٹ فنون اور صنعت میں نئی تنظیم اور نئے نظریوں کی اشد ضرورت محسوس کرنے لگے۔

آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں مسلمان سندھ میں نمودار ہو چکے تھے۔ جو لوگ یہاں آئے ان کا تعلق جن مسلمان حکمرانوں سے تھا وہ ان کے کردار، اخلاق، اقتدار اور انفرادیت کے نمائندے تھے وہ اپنے ساتھ جہاز رانی، تجارت کے امکانات اور مختلف قسم کے فنون بھی لائے تھے اور ہندوستان کے اندر بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی معاشرت، زبان لباس اور فن کے اثرات ہندوستان کے ہر طبقے پر نمایاں طور پر نظر آنے لگے۔ یہی سبب ہے کہ جینی اور گجراتی مصوری کے جو قدیم نمونے دستیاب ہوتے ہیں ان میں مسلمانوں کے اثرات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اس وقت کی تصویروں کا یہ عالم ہے کہ ان میں طرز معاشرت کی نمائندگی کے علاوہ تلمیع سنہری رنگ، لوحیں، اسلامی عمارتیں اور بڑے بڑے عماموں اور داڑھیوں والے بزرگ چہرے عربی لباس پہنے بکثرت نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد مغلوں کا دور آیا تو ایک نئی تہذیب نے کروٹ لی۔ اور ان کے معاشرے پر اثر انداز ہوئی۔ مغل نہ صرف یہاں کے باشندوں سے مل جل گئے بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ نئی تہذیب کے نئے فن نے فروغ حاصل کیا۔ مغل

اتنے فیاض اور دیدہ ور واقع ہوئے تھے کہ وہ خود اپنی معاشرتی، تمدنی اور فنی روایات کو نئے سانچوں میں ڈھالنے پر تُل گئے۔ ان کے عہدِ حکومت میں مہا بھارت اور رامائن کا فارسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ان کے تصویر دار مرقعے تیار کیے گئے۔ جینی اور راجستھانی اسکولوں کی بنیادیں استوار ہوئیں اور انھیں اسلامی ممالک میں رائج کیا گیا۔ مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں کے اتحاد پرور جذبے سے ہندوستان پھلا پھولا۔ اور یہاں کے فنون اور فن تعمیر میں ایک ایسی انفرادی شان آگئی اور ایسا تصوّر پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پایا جاتا تھا۔ ہندو آرٹسٹوں نے ایرانی آرٹسٹوں سے فنِ تصویر کشی سیکھا۔ جہانگیر بادشاہ نے ہندو آرٹسٹوں کو بڑے بڑے وظائف دے کر ایران اس غرض کے لیے روانہ کیا کہ وہ ماہر فن مصوّر بن جائیں جو ذات کے کہار اور ڈولی بردار تھے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ مغل دربار پر چھا گئے۔

میر سید علی تبریزی اور استاد عبدالصمد شیرازی کی فنی تعلیم نے انھیں کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ اکبر اعظم، جہانگیر اور شاہ جہان نے ہندوؤں اور ہندو آرٹسٹوں پر بڑی بڑی نوازشیں کیں تاکہ ہندوستان کی مصوّری وہ درجۂ کمال حاصل کر سکے جس کی بدولت بہزاد اور استاد رضا عباسی جیسے لائق استادوں نے ایران کو کچھ کا کچھ بنا دیا تھا۔

اسلام کی ثقافتی قدریں ایک نئے عالم گیر جذبے سے منوّر اور متاثر ہیں اور ہندوستان کی علاقائی مصوری، خاص کر کانگڑہ اور راجستھانی اسکولوں میں مغل اور ایرانی مصوّری کے وہ تمام خصائص موجود ہیں جن سے مغل اور ایرانی آرٹ زندہ ہے۔ مسلمانوں کا آرٹ اسلام کے جمالیاتی نظریوں کے عین مطابق ہے جس سے انسان دوستی اور عالم گیر اخوت کا بورا پورا اظہار ہوتا ہے۔